اوراد و وظائف پڑھنے کا اہتمام کرنا چاہیے۔ مثال کے طور پر فجر اور مغرب کی نماز کے بعد تین تین مرتبہ آخری تین سورتیں اور یہ دُعا اَعُوْذُ بِکَلِمَاتِ اللّٰہِ التَّامَاتِ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ پڑھنی چاہیے۔ نیز ہر نماز کے بعد اور سوتے وقت آیۃ الکرسی ضرور پڑھنی چاہیے۔ صبح شام تین تین بار بِسْمِ اللّٰہِ الَّذِیْ لَا یَضُرُّ مَعَ اسْمِہٖ شَیْءٌ فِی الْاَرْضِ وَلَا فِی السَّمَاءِ وَھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ پڑھنے کو معمول بنالینا چاہیے۔ پھر اللہ کے ساتھ حُسنِ ظن رکھنا چاہیے اور یہ اعتقاد رکھنا چاہیے کہ اسباب پیدا کرنے والی اسی کی ذات ہے اور وہ جب چاہے گا بیمار کو شفا بخش دے گا۔ یہ دُعائیں اور تعوذات تو اسباب ہیں شافی اللہ کی ذات ہے۔ وہ چاہے تو ان اسباب میں فوری تاثیر فرما دے۔ اس کے ہر کام میں حکمت ہے اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔ کسی نیک آدمی سے جو قرآن وسنت کے مسنون دم کرتا ہو، اس سے دم کرانا بھی جائز ہے۔ بعض اوقات آدمی بیمار ہوتا ہے، اسے کوئی اندرونی ذہنی بیماری لاحق ہوتی ہے لیکن لوگ وہم سے اسے جادو کا اثر یا جنات کا اثر سمجھ لیتے ہیں۔ زیادہ تر لوگ اسی قسم کی بیماری کا شکار ہوتے ہیں۔ (ڈاکٹر عبدالحئی ابڑو)

قبولیتِ دُعا میں تاخیر کی حکمت

س: بعض لوگ دُعا مانگتے ہیں مگر قبول نہیں ہوتی، پھر وہ لمبی دُعائیں مانگنا شروع کر دیتے ہیں مگر بظاہر کوئی اثر نظر نہیں آتا۔ اس طرح شیطان کو وسوسہ اندازی اور اپنے مالک سے بدگمان کرنے کا موقع مل جاتا ہے؟ ایسے میں دُعا کی قبولیت میں تاخیر کی کیا حکمت ہوتی ہے؟

ج: اگر کسی کو ایسی صورت حال کا سامنا ہو، تو اسے یہ یقین رکھنا چاہیے کہ قبولیت دُعا میں تاخیر کے پیچھے بڑی حکمتیں اور اسرار پوشیدہ ہوتے ہیں۔ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ مالک الملک ہیں، اس کے فضل کو ٹالنے والا اور اس کے فیصلوں پر نظرثانی کرنے والا کوئی نہیں، اس کے دینے یا نہ دینے پر کوئی اعتراض نہیں کرسکتا۔ اگر وہ دے تو یہ اس کا فضل ہے، نہ دے تو یہ اس کا عدل ہے۔ ہم اس کے بندے ہیں، ہمارے بارے میں جو چاہے کرسکتا ہے۔ وَرَبُّکَ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ وَیَخْتَارُ ط مَا کَانَ لَھُمُ الْخِیَرَۃُ ط (القصص ۲۸:۶۸) ”تیرا رب پیدا کرتا ہے جو کچھ چاہتا

ہے اور (وہ خود ہی اپنے کام کے لیے جسے چاہتا ہے) منتخب کرلیتا ہے، یہ انتخاب اِن لوگوں کے کرنے کا کام نہیں ہے"۔

یہ عجیب بات ہے کہ: ۱- غلام اپنے آقا کے حقوق ادا کرنے میں کوتاہی کرے اور پھر اپنا حق پورا ادا کرنے کا تقاضا کرے۔

۲- اللّٰہ سبحانہٗ وتعالیٰ حکمت کے تحت دیتا ہے اور حکمت کے تحت روکتا ہے۔ اپنی سطحی نظر میں انسان کسی چیز کو بہتر سمجھتا ہے مگر وہ اس کی حکمت کا تقاضا نہیں ہوتی۔ ڈاکٹر ایسی چیزیں کرتا ہے جو بظاہر ضرر رساں لگتی ہیں مگر وہی مصلحت کا تقاضا ہوتی ہیں۔

۳- انسان کو کسی کام کے انجام کا پتا نہیں، وہ ایسی چیز مانگ سکتا ہے جس کا انجام اچھا نہیں ہوتا، ہوسکتا ہے اس میں اس کا نقصان ہو۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: وَ عَسٰۤى اَنْ تَكْرَهُوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ خَيْرٌ لَّكُمْ ۚ وَ عَسٰۤى اَنْ تُحِبُّوْا شَيْـًٔا وَّ هُوَ شَرٌّ لَّكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ يَعْلَمُ وَ اَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۠ (البقرہ ۲:۲۱۶) "ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں ناگوار ہو اور وہی تمھارے لیے بہتر ہو۔ اور ہوسکتا ہے کہ ایک چیز تمھیں پسند ہو اور وہی تمھارے لیے بُری ہو۔ اللّٰہ جانتا ہے، تم نہیں جانتے"۔ یہ آیت یہ راز بتاتی ہے کہ بندے کو اپنے مالک کو تجاویز نہیں دینی چاہییں، اور ایسی چیزیں نہیں مانگنی چاہییں جن کی حقیقت کے متعلّق اُسے علم نہ ہو، بلکہ اسے یہ سوال کرنا چاہیے کہ مولا! جس چیز کا آپ میرے لیے انتخاب کریں اس کا انجام بخیر فرمائیں۔ اس سے زیادہ نفع بخش کوئی سوال نہیں۔

۴- دُعا کی قبولیت میں تاخیر کی ایک وجہ یہ بھی ہوسکتی ہے کہ بندہ اپنا جائزہ لے، اپنے نفس کا محاسبہ کرے، کیونکہ بعض اوقات تاخیر مانگنے والے کے اندر پائے جانے والے کسی نقص کی وجہ سے بھی ہوسکتی ہے۔ شاید اس کا کھانا پینا حرام کا ہو، شاید دُعا کرتے وقت اس کا دل غفلت کا شکار ہو، یا وہ گناہوں کا مرتکب ہو جن کی سزا دُعا قبول نہ ہونے کی صورت میں ظاہر ہورہی ہو۔ اس طرح قبولیت میں تاخیر کے ذریعے اسے اپنا محاسبہ کرنے اور توبہ کرنے کا موقع دیا جارہا ہو۔ اگر دُعا فوراً قبول کرلی جاتی تو وہ اپنے نفس سے غفلت کا شکار ہوجاتا اور یہ سمجھ لیتا کہ وہ ٹھیک راستے پر ہے۔ اس طرح غرور اور غفلت اس کے لیے ہلاکت کا سبب بن جاتے۔

۵-بعض اوقات قبولیت دُعا میں تاخیر اس لیے ہوتی ہے کہ اللہ سبحانہٗ وتعالیٰ اس کے لیے آخرت میں اجر بڑھا چڑھا کر دینا چاہتا ہے، یا اس دُعا کے حساب سے اس سے کوئی متوقع شر اور مصیبت دُور رکھنا چاہتا ہے۔ حدیث میں ہے کہ آخرت میں بندہ دُعا کا اجروثواب دیکھے گا تو تمنا کرے گا کہ کاش! دنیا میں میری ایک دُعا بھی قبول نہ ہوئی ہوتی۔ بہرحال دُعا کا نتیجہ یقینی ہے، اگرچہ بندے کو اپنی آنکھوں سے قبولیت نظر نہ آئے تو اسے اپنے رب کے بارے میں خوش گمانی رکھنی چاہیے اور کہنا چاہیے کہ مالک نے میری دُعا اس انداز سے قبول کی ہے جسے میں نہیں جانتا۔ اسے کبھی بھی دُعا ترک نہیں کرنی چاہیے۔ دُعا کا نتیجہ ہمیشہ بھلائی اور خیروبرکت کی صورت میں ہی نکلتا ہے۔(ع - ا)

نجات کی بنیاد اسلام؟

س: ایک موقع پر ایک صاحب نے دورانِ گفتگو ایک حدیث بیان کی۔ روزِ قیامت رب العالمین انسان کے بارے فیصلہ کچھ اس طرح کریں گے کہ ایک انسان کی نماز آئے گی، اور اس کی نجات کے لیے سفارش کرے گی۔ اسی طرح روزہ، قرآن اور دوسرے اعمالِ صالحہ اس کی نجات کے لیے سفارش کریں گے لیکن رب العالمین ان تمام اعمال کو ایک طرف کھڑا ہونے کا حکم دے کر فرمائیں گے کہ آج میں نے فیصلہ نماز، روزہ، زکوٰۃ وغیرہ پر نہیں بلکہ اس انسان کے 'اسلام' پر کرنا ہے۔ پھر اسلام کو بلا کر اس کے نتیجے کو دیکھ کر نجات کا فیصلہ کیا جائے گا۔ براہِ کرم وضاحت فرمائیں کہ یہاں 'اسلام' سے کیا مراد ہے؟ پھر نماز اور دوسرے اعمال کی تاکید کا کیا مقصد ہوا؟

ج: یہ حدیث صحیح ہے اور اس کے مضمون پر کوئی اعتراض وارد نہیں ہوتا۔ حدیث میں اسلام کی بنیاد پر فیصلے کا جو ارشاد فرمایا گیا ہے اس سے مراد یہ ہے کہ اس بات کو دیکھا جائے گا کہ ایک انسان پورے دین کو مانتا ہے یا نہیں، اس کے ہر حکم کے سامنے سرِخم تسلیم کرتا ہے یا نہیں۔ اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّةً، پورے اسلام میں داخل ہوجاؤ پر عمل کیا ہے یا نہیں؟ یا صرف اسلام کے چند احکام کو جو اس کو پسند آئے انھیں قبول کیا اور ان پر عمل کیا، باقی کو نظرانداز کر دیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے: